VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

A Study of the Life and Poetic Characteristics of Hazrat Abdus Salam Mujaddidi Asim

حضرت عبدالسلام المجددی اثیم کے احوال اور شعری خصوصیات کا تعارف

Dr. Shaukat Hayat
Assistant Professor, Department of Persian, Punjab University, Lahore.
shaukat.persian@pu.edu.pk

Abstract

This research paper explores the life and literary legacy of Hazrat Abdus Salam Mujaddidi Asim, a renowned 20th-century Persian poet, Sufi, and spiritual leader of the Naqshbandi order. It examines his biography, migration, poetic style, and thematic concerns, including mysticism, homeland, morality, and Khorasani tradition. The article also situates his poetry within the broader literary landscape of Persian literature in modern Afghanistan, drawing connections to his contemporaries and sociopolitical context. Despite being one of the prominent classical Persian poets of twentieth-century Afghanistan, Abdus Salam Mujaddidi Asim remains largely unknown to Urdu-speaking audiences in Pakistan and beyond. His collected works (Kulliyat-e-Asim) were published in Lahore in 2008, and he spent his final years in Pakistan, where he passed away and was buried in Lahore. However, no prior scholarly article or literary introduction in the Urdu language exists about his life and poetry. This paper is thus a pioneering effort to introduce Hazrat Asim to the Urdu readership, drawing attention to his poetic depth, spiritual vision, and literary significance within the Persianate tradition.

Keywords: Abdus Salam Asim, Mujaddidi, Persian poetry, Afghanistan, Sufism, exile, Khorasani style, Naqshbandiya

افغانستان کی قدیم اور باوقار سرزمین، اپنی تاریخ کے دامن میں ہمیشہ علم، عرفان اور ادب کی گہوارہ رہی ہے۔ موجودہ دور میں بھی سیاسی بحرانوں اور بیرونی یلغار کے باوجود، اس خطے نے کئی روشن چہرے پیدا کیے ہیں جنھوں نے فارسی زبان و ثقافت کے چراغ کو روشن رکھا۔ انہی عظیم شخصیات میں سے ایک ممتاز ہستی حضرت عبدالسلام المجددی اثیم ہیں، جو ایک قادر الکلام فارسی شاعر، باصفا عارف اور سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے وارث تھے۔

پیدائش اور تعلیم

حضرت عبدالسلام اثیم سنہ ۱۹۱۴ء (مطابق ۱۳۳۲ھ) کو کابل، افغانستان میں ایک علمی، صوفیانہ اور سیاسی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت محمد یوسف المجددی، سلسلۂ نقشبندیہ کے مشائخ میں نمایاں مقام رکھتے تھے، انھوں نے آپ کی فکری و روحانی تربیت میں بنیادی کردار ادا کیا۔(۱)

اثیم نے بچپن ہی میں قرآنِ کریم حفظ کیا اور ابتدائی دینی و ادبی تعلیم اپنے والد گرامی، حضرت میاں عبدالقدیر اور حضرت فضل صادق مجددی جیسے خاندان کے بزرگ علما سے حاصل کی۔

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

دانشنامہ ادب فارسی میں عبدالسلام اشیم کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:

اشیم، فرزند محمد یوسف مجددی، شور بازار (کابل)، ۱۳۰۰ش، خوش نویس اور افغانی شاعر تھے۔(۲)

نسب اور خاندانی پس منظر

آپ کا تعلق عظیم الشان خاندانِ مجددیہ سے تھا، جس کا سلسلہ نسب خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطابؓ سے جاملتا ہے۔ شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی (۱۵۶۴۔۱۶۲۴ء)، جو برصغیر میں دین و شریعت کے مجدد تصور کیے جاتے ہیں، اس خانوادے کے جدّ اعلیٰ ہیں۔(۳)

اورنگزیب عالمگیر کے دور میں جب ان کی اولاد افغانستان کی طرف ہجرت کر گئی، تو کابل، جلال آباد اور پشاور میں مجددی خاندان نے اسلام، عرفان اور ادب کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔

ان کے خاندان کے مشہور بزرگوں میں یہ نام شامل ہیں:

نور المشائخ حضرت فضل عمر مجددی

بدر المشائخ حضرت محمد صادق مجددی

شمس المشائخ حضرت فضل محمد مجددی

ضیاء المشائخ حضرت محمد ابراہیم مجددی

صدر المشائخ حضرت فضل عثمان مجددی(۴)

بیعت اور خلافت

حضرت عبدالسلام اشیم نے سلسلہ نقشبندیہ میں نور المشائخ حضرت فضل عمر مجددی کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ بعد ازاں ۱۹۸۰ء میں حضرت ابوالحسن زید الفاروقی (خلیفۂ بارگاہِ مجدد الف ثانی) سے سندِ خلافت حاصل کی۔(۵)

حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی کی وفات کے بعد آپ نے منصبِ خلافت سنبھالا اور طالبانِ حقیقت کی ارشاد و رہنمائی میں مصروف ہو گئے۔

ازدواج اور اولاد

آپ نے ۳۸ سال کی عمر میں اپنی چچازاد سے شادی کی۔ اس بابرکت رشتے سے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں:

فرید احمد مجددی (وفات لاہور میں ہوئی)

وحید احمد مجددی (مقیم امریکہ)

نجیب احمد مجددی (مقیم ناروے)

نقیب احمد مجددی (شہید راہِ جہاد، افغانستان)

حسیب احمد مجددی

حبیب احمد مجددی

مھاجرت سے پہلے یہ خاندان کابل کے ایک دار الامان میں مقیم تھا۔(۶)

پاکستان کی طرف ہجرت

سوویت یونین کے افغانستان پر حملے اور بڑھتے ہوئے جنگی حالات کے باعث،

حضرت عبدالسلام اشیم نے ۱۹۸۱ء میں لاہور، پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ لاہور کے علاقہ سمن آباد میں قیام فرمایا، جہاں ان کے بہت سے مخلصین اور عقیدت مند موجود تھے۔(۷)

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

ان کا گھر علم و عرفان کے متلاشیوں کے لیے مرکزِ فیض بن گیا، جہاں علما، ادبا اور اہلِ دل شب و روز حاضری دیتے۔

وفات

حضرت عبدالسلام اشیم نے ۱۶ جمادی الثانی ۱۹۸۴ء (مطابق ۱۳۶۳ھ ش) کو وفات پائی۔ ان کی نمازِ جنازہ حضرت فضل الرحمن مجددی نے پڑھائی، اور میانی صاحب قبرستان لاہور میں سپردِ خاک کیے گئے۔ ان کا مزار آج بھی عقیدت مندوں کے لیے زیارت گاہ ہے۔ (۸)

شعری خصوصیات اور اسلوب

حضرت اشیم کا کلام فارسی کے کلاسیکی اسلوب میں جڑیں رکھتا ہے، لیکن ان کے اشعار سادگی، روانی، مٹھاس اور صداقت سے بھرپور ہیں۔ انھوں نے فارسی غزل، رباعی، قطعہ اور مخمس میں طبع آزمائی کی ہے۔ (۹)

بیسیوں صدی کے افغانستان میں فارسی ادب کی تنظیمی اور فکری تشکیل کا عمل بھی حضرت اشیم کے دورِ حیات سے مربوط ہے۔ اس حوالے سے آریافانی لکھتے ہیں: "افغانستان میں 'ادبیات' کی تشکیل صرف چند متون یا تعلیمی اداروں کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ ایک وسیع سماجی عمل کا نتیجہ تھی۔ کابل یونیورسٹی کے فیکلٹی آف لیٹرز (قائم شدہ ۱۹۴۴ء) نے فارسی ادبیات کو جدت پسند نظام تعلیم کے تحت مرتب کیا، جس نے اسے ایک علمی اور معاشرتی مقام عطا کیا۔ اس ادارے نے نہ صرف ادبیات کو علمی دائرہ کار میں لایا بلکہ اسے ایک خود مختار علمی عنوان کے طور پر متعارف کروایا۔" (۱۰)

یہی وہ فضا تھی جس میں حضرت عبدالسلام اشیم کی شخصیت اور ان کا ادبی و روحانی پیغام پروان چڑھا۔

ایک اور مقام پر وہ بیان کرتے ہیں" : فارسی 'ادب' کا مفہوم محض اخلاقی رویوں یا زبان آرائی تک محدود نہیں رہا، بلکہ بیسیوں صدی کے وسط تک یہ تہذیبی و قومی تشخص کا محور بن گیا۔ ادبیات ایک ایسی شناخت بن گئی جو فارسی زبان و ادب کو اجتماعی فخر اور تہذیبی میراث کے طور پر پیش کرتی تھی۔" (۱۱)

یہ اقتباسات اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ حضرت اشیم جیسے شعرائے تصوف و تہذیب کی فکری جہت، اس دور کے وسیع ادبی رجحانات سے مربوط تھی۔

ان کی شعری خصوصیات درج ذیل ہیں:

زبان کی سادگی اور بے ساختگی

موسیقیت اور روانی

قصیدہ، غزل، رباعی، قطعات، مرثیہ اور مخمس میں مہارت

موضوعات کی وسعت (مدائح، اخلاق، عشقِ عرفانی، مراثی، وطن دوستی، وصفی اشعار)

بدیعی صنعتوں کا فطری استعمال

کلیات اشیم

ان کے دیوان کو ان کے بڑے صاحبزادے الحاج فرید احمد مجددی نے وحید احمد مجددی، ملک مجددی فرشتہ، نجیب احمد مجددی اور ڈاکٹر شعیب احمد کے ساتھ مل کر مرتب کر کے سال ۲۰۰۸ عیسوی میں لاہور سے شائع کیا۔ یہ مجموعہ زیادہ تر ان کے دورِ ہجرت کی فارسی شاعری پر مشتمل ہے۔

خصوصیات:

دینی و عرفانی قصائد

عاشقانہ و ہجری غزلیں

حکمی رباعیات

دوستوں کی یاد میں مراثی

VOL- 9, ISSUE-1, 2025
Al-Safiir
https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal
2709-605X Online ISSN
2709-6041 Print ISSN

نقشبندیہ کے مشائخ کی مدح میں منظومات

دیوان کے آخر میں استاد خلیل اللہ خلیلی اور امین اللہ خراسانی کے مرثیے بھی شامل ہیں۔

ادبی تجزیہ اور معاصر مقام

حضرت اثیم کو استاد خلیل اللہ خلیلی کے بعد بیسویں صدی افغانستان کا اہم ترین فارسی کلاسیکی شاعر مانا جاتا ہے۔ انہوں نے خراسانی اسلوب کی پاسداری کرتے ہوئے، جلاوطنی اور دربدری کے ماحول میں ایک سچا اور اثرانگیز کلام تخلیق کیا۔(۱۲)

دانشامۂ ادب فارسی میں انھیں خطِ نستعلیق لکھنے میں خوش نویس کہا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ پائے کے فارسی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ خوش نویس بھی تھے۔(۱۳)

خصوصیات

خراسانی سادگی اور وضاحت

اسلامی عرفان اور نقشبندیہ افکار کی جھلک

روایتی عروض و قافیہ پر عبور

جذبات کی سچائی

وطن سے جدائی کا عنصر

ان کا کلام افغان قوم کی روحانی اور تہذیبی آوارگی کا آئینہ دار ہے۔

ادبی و روحانی ورثہ

حضرت اثیم نے نہ صرف افغانستان، بلکہ پاکستان، امریکہ اور یورپ میں بھی اپنے روحانی و ادبی اثرات چھوڑے۔ انہوں نے تصوف کے چراغ کو روشن رکھا، فارسی شاعری میں جان ڈالی اور وطن سے محبت و روحانی تجربات کو ایک پاکیزہ انداز میں بیان کیا۔

ان کا روحانی فیض آج بھی ان کے خلفاو مریدین کے ذریعے جاری ہے۔

ادبی اہمیت

کلیاتِ اثیم میں ہمیں وہ شاعر نظر آتا ہے:

جو روایتی اسلوب کا وفادار ہے، لیکن نئی روح پھونکتا ہے

جو فصیح اشعار تخلیق کرتا ہے

جو عارف ہو کر خدا اور انسان سے محبت کو شیریں لفظوں میں ڈھالتا ہے

حضرت عبدالسلام المجددی اثیم اُن نایاب شخصیات میں سے تھے جنہوں نے جنگ اور جلاوطنی کے عالم میں بھی علم و عرفان کا پرچم بلند رکھا۔ وہ ایک سچے صوفی، عظیم شاعر اور فارسی ادب کے وفادار محافظ تھے۔ ان کا دیوان "کلیات اثیم" نہ صرف ایک شاعر کی یادگار ہے، بلکہ افغانستان کی ثقافت، تصوف اور حب الوطنی کی زندہ گواہی بھی ہے۔

نمونۂ کلام اور شعری تجزیہ

حضرت عبدالسلام المجددی اثیم کے کلام میں کلاسیکی فارسی کی خوشبو، خراسانی سادگی، تصوف کی روشنی، وطن کی یاد، اخلاقی حکمت اور جذبات کی شدت ایک ساتھ پائی جاتی ہے۔ ان کے متعدد اشعار سے ان کی فکری وسعت اور شعری گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ذیل میں نمونے کے طور پر ان کے کلام کی چند خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے:

VOL- 9, ISSUE-1, 2025
Al-Safiir
https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal
2709-605X Online ISSN
2709-6041 Print ISSN

۱۔ عشق واستغنا کا تصور

دو عالم را بہ یک جَو همی نمیگیرند از استغنا
گدایان در عشق تو دارد فرسلطانی (۱۴)

یہ شعر صوفیانہ استغنا کا پر اثر اظہار یہ ہے، جہاں "دو عالم" کو ایک "جَو" کے برابر نہ سمجھنا مجازی عشق کی معراج کا اشارہ ہے۔ یہاں "فر سلطانی" جیسے الفاظ عاشق کے مقام کو بادشاہوں سے بھی بلند قرار دیتے ہیں۔

۲۔ عرفانی بقا اور وصال کا تصور:

بہ امید وصالت زندہ میباشند مشتاقان
بہ جسم مردۂ ذوق بقای خویشتن جانی (۱۵)

یہاں صوفیانہ تصورِ وصال و بقا کا بیان ہے۔ شاعر کے نزدیک زندگی کی اصل روح محبوبِ حقیقی کے وصال کی امید ہے۔

۳۔ اخلاقی تعلیم و نصیحت

درین عالم بہ احسان کوش واز وضع ادب مگذر
کہ نام نیک باقی ماندت در عالم فانی (۱۶)

یہ شعر اخلاقی ادب، سیرت سازی اور نیک نامی کے رجحان کو اجاگر کرتا ہے، جو حضرت اشیم کی ناصحانہ غزلوں کا ایک خاص پہلو ہے۔

۴۔ دردمندی و دعا کا اسلوب

اشیم امشب جنابش را شفیع آورده میگوید
خدایا ساز حل مشکلاتم را بہ آسانی (۱۷)

یہ شعر ان کے انکساری انداز اور دعا گو شخصیت کا مظہر ہے، جو فارسی کے عرفانی شاعروں کے مزاج سے ہم آہنگ ہے۔

۵۔ قدرتی مناظر اور بہار:

چمن ز غنچہ و گل صد بهار رنگ فروش
ز جوش سبزه زمین تا بہ آسمان اخضر (۱۸)
سبزه‌ها بیدار و گل خنداں و نرگس نیم خواب
شد براحت‌ها بدل اوضاع مستان بهار (۱۹)

اشیم کے کلام میں بہار کا ذکر محض فطری حسن کا تذکرہ نہیں بلکہ تجدید، رجائیت اور روحانی بیداری کا استعارہ ہے۔

۶۔ نعتیہ اور مدحیہ اشعار

تو آن شهی کہ گدایان درگهت از فقر
زدند خاک بہ اورنگ شاهی و افسر (۲۰)

یہ اشعار مدحِ رسول ﷺ یا بزرگانِ دین کے لیے بھی ہو سکتے ہیں۔ ان میں عاشقانہ خضوع اور فقر کی عظمت بیان کی گئی ہے۔

۷۔ تصوف و جذب کی کیفیت

بہ جذب عشق تو خود را اشیم بی سر و پا
کنون ز حلقہ شیخان دل سیاه کشید (۲۱)

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

یہ اشعار بتاتے ہیں کہ حضرت اشیم عشقِ حقیقی کی شدت میں دنیوی ریاکاری سے نفرت کرتے ہیں اور خلوص و فنا کے راستے پر گامزن ہیں۔

۸۔ تغزل اور عاشقانہ رن

در تمنای لب خندان او
کار من با چشم گریان است باز (۲۲)
کی بہ سر سیر ھوای گلستان باشد مرا
گل بہ چشم در چمن بی روی او خار است باز (۲۳)

ان اشعار میں کلاسیکی تغزل کی جھلک نظر آتی ہے، مگر ان کا عاشقانہ بیان بھی اکثر صوفیانہ واردات پر ختم ہوتا ہے۔

۹۔ طنز و حکمت کی آمیزش

وقار مرد را رفتارِ بی باکانہ می ریزد
حیا و شرم را گفتارِ گستاخانہ میریزد (۲۴)

یہ شعر سماجی مشاہدے، اخلاقی تدبر اور طنز کی خوبصورت آمیزش کا نمونہ ہے۔

۱۰۔ عرفانی مقام محبت

مقامات محبت را بنازم
کہ باشد عرش چون ھفتم زمینش (۲۵)

یہ اشعار عرفانی محبت کے مقامات کو اجاگر کرتے ہیں، جہاں محبوب کی گلی کو عرش سے بھی اعلیٰ سمجھا گیا ہے۔

نتیجہ

حضرت عبدالسلام المجددی اشیم نہ صرف افغانستان کی علمی و صوفی روایت کے ایک روشن مینار تھے، بلکہ وہ فارسی زبان و ادب کی بیسویں صدی میں ایک ایسی آواز تھے جو روایت اور روحانیت دونوں کی پاسدار تھی۔ ان کی زندگی، ہجرت، تدریس، تربیت اور شاعری، سب کچھ ایک جامع روحانی وژن کے زیرِ اثر تھا، جو انھیں محض ایک شاعر نہیں بلکہ ایک صوفی مزاج مصلح اور تہذیبی نمائندہ بناتا ہے۔ ان کے اشعار میں کلاسیکی خراسانی اسلوب کی پختگی، صوفیانہ وارفتگی، وطن سے محبت، اخلاقی اقدار اور انسانی دردمندی کا ایسا حسین امتزاج ہے جو معاصر قارئین کے لیے آج بھی روح کی تسکین اور فکری بالیدگی کا سامان مہیا کرتا ہے۔

ان کے دیوان "**کلیاتِ اشیم**" کا منظرِ عام پر آنا ایک خوش آئند ادبی واقعہ تھا، مگر بدقسمتی سے اردو دان طبقہ نہ صرف ان کی شاعری سے ناآشنا ہے بلکہ ان کے نام اور مقام سے بھی غافل رہا ہے۔ پاکستان میں ان کا قیام، وفات اور تدفین ایک اہم ثقافتی و ادبی حقیقت ہے، مگر اس حوالے سے اردو زبان میں نہ کوئی مستقل مضمون دستیاب ہے، نہ ہی کوئی تحقیقی کوشش سامنے آئی ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اردو قارئین کے لیے حضرت اشیم کا پہلا جامع تعارف فراہم کرتا ہے، جو نہ صرف ان کے حالاتِ زندگی، خاندانی ورثے اور شعری اسلوب پر روشنی ڈالتا ہے بلکہ کلیاتِ اشیم کے بعض منتخب اشعار کے تجزیے کے ذریعے ان کی فکری جہتوں کو بھی واضح کرتا ہے۔

یہ حقیقت باعثِ افسوس ہے کہ ایسے بلند پایہ شاعر و صوفی کی خدمات اور ادبی سرمایہ اردو دنیا میں تقریباً گمنام رہے۔ لہٰذا اس مقالے کا بنیادی مقصد اسی ادبی خلا کو پر کرنا، اور حضرت اشیم کے علمی و روحانی اثرات کو اردو قارئین تک پہنچانا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ کوشش آنے والے محققین کے لیے ایک سنگِ بنیاد ثابت ہوگی، اور فارسی-اردو ادبیات میں تعلق و تبادلہ کے نئے دریچے وا کرے گی۔

منابع و مآخذ

1. مجددی، داکتر محمد شعیب۔ (۱۴۰۲ھ)۔ شعرا و نویسندگان خانوادۂ مجددی۔ ھرات۔ ص ۱۵۰

VOL- 9, ISSUE-1, 2025

Al-Safiir

https://al-safiir.com/index.php/Al-Safiir/About-the-Journal

2709-605X Online ISSN

2709-6041 Print ISSN

2. حسن انوشہ۔(۱۳۸۱ش)،دانشنامہَ ادب فارسی،ادب فارسی در افغانستان۔ جلد دوم۔ چاپ دوم۔ تھران: وزارت فرھنگ وارشاد اسلامی۔ سازمان چاپ وانتشارات۔ ص ۵۶
3. ایضاً۔ص ۵۶
4. اثیم،عبدالسلام المجددی۔(۲۰۰۸م)۔کلیات اثیم۔لاہور: القمر پبلیکیشنز۔ص ۷
5. مجددی،داکتر محمد شعیب۔(۱۴۰۲ھ)۔شعراونویسندگان خانوادۂ مجددی۔ھرات۔ص ۱۵۰
6. اثیم،عبدالسلام المجددی۔(۲۰۰۸م)۔کلیات اثیم۔لاہور: القمر پبلیکیشنز۔ص ۸
7. ایضاً۔ص ۸
8. مجددی،داکتر محمد شعیب۔(۱۴۰۲ھ)۔شعراونویسندگان خانوادۂ مجددی۔ھرات۔ص ۱۵۳
9. ایضاً۔ص ۱۵۰
10. فانی، آریا۔ (۲۰۲۲ء)۔ Disciplining Persian Literature in Twentieth-Century Afghanistan۔ Iranian Studies، شمارہ ۵۵ (۴)،ص ۶۷۶
11. ایضاً۔ص ۶۸۱
12. اثیم،عبدالسلام المجددی۔(۲۰۰۸م)۔کلیات اثیم۔لاہور: القمر پبلیکیشنز۔ص ۹
13. حسن انوشہ۔(۱۳۸۱ش)،دانشنامہَ ادب فارسی،ادب فارسی در افغانستان۔ جلد دوم۔ چاپ دوم۔ تھران: وزارت فرھنگ وارشاد اسلامی۔ سازمان چاپ وانتشارات۔ ص ۵۶
14. اثیم،عبدالسلام المجددی۔(۲۰۰۸م)۔کلیات اثیم۔لاہور: القمر پبلیکیشنز۔ص ۱۵
15. ایضاً۔ص ۱۵
16. ایضاً۔ص ۱۶
17. ایضاً۔ص ۱۶
18. ایضاً۔ص ۱۷
19. ایضاً۔ص ۲۹
20. ایضاً۔ص ۱۹
21. ایضاً۔ص ۱۰۷
22. ایضاً۔ص ۱۱۷
23. ایضاً۔ص ۱۱۸
24. ایضاً۔ص ۱۰۷
25. ایضاً۔ص ۱۱۸